© rasailojaraid.com

ترجمان القرآن فراہیؒ کا مسلک حدیث

(۲)

مولانا سلطان احمد اصلاحی

'لکل فن رجال' کے مصداق آدمی کو کمال اور مہارت ایک ہی میدان میں حاصل ہوسکتا ہے۔ ساتھ ہی اس کا اس سے اہم تر پہلو یہ کہ کسی شخصیت کی اہمیت اور اس کی اصل قدر وقیمت اس کے اپنے اختصاص کے میدان میں ہی متعین ہوتی ہے۔ اس کے لحاظ سے مولانا فراہیؒ کی دقت نظر اور نکتہ آفرینی کا اصل جوہر خالص قرآن اور ادب عربی کے ساتھ تاریخ القرآن کے ضمن میں ان کے انکشافات اور نادر تحقیقات میں کھلتا ہے۔ بلاشبہ اس میدان میں ایک طرح سے انھیں اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اور اس خصوص میں ان کی تلاش وتحقیق کے نتائج غیر معمولی اہمیت اور قدر وقیمت کے حامل ہیں۔ مشتے از خروارے کے طور پر اس کی مثال میں حضرت[۱] ہاجرہؓ کی حضرت سارہؓ کی خدمت گزاری اور سیدنا ابراہیمؑ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو شیر خواری کی عمر میں انتہائی بے کسی کے عالم میں سرزمین مکہ میں چھوڑ دینے کی دو روایتوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ترجمان القرآن فراہیؒ نے اپنے معرکۃ الآرا رسالے 'ذبیح' میں ان دو واقعات کی تردید صرف صحف یہود کے حوالہ سے کی ہے لیکن اس کا براہ راست اثر صحیح بخاری کی متعلقہ روایات پر پڑتا ہے' اصح الکتاب بعد کتاب اللہ میں جن کا تذکرہ ایک سے زیادہ مقامات پر کیا گیا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ہاجرہؓ کی حضرت سارہ کی خدمت گزاری کا کذب ابراہیمؑ والی اس روایت میں بھی ہے جس کا حوالہ اس سے پہلے گزرا۔ اس کے مطابق ملک جبار نے حضرت سارہؓ کی کرامات سے ششدر ہو کر بعض دوسری روایات کے مطابق اپنی بیٹیؓ ہاجرہ کو ان کی خدمت کے لیے دے دیا۔ فاخدمها هاجر۔ جس کے آخر میں اس کے

---

[۱] بخاری جلد ۱۔ کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راوی حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا بھی ہے کہ :

فتلك امكم يا بني السماء

اس کے علاوہ بخاری شریف میں یہ روایت دوسرے مقامات پر بھی ہے[1]۔ جہاں حضرت ہاجرہؑ کی حضرت سارہؑ کی خدمت گذاری کا یہ تذکرہ تقریباً انہی الفاظ میں مذکور ہے۔

۲۔ صحیح بخاری کی دوسری روایت سیدنا ابراہیمؑ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو شیر خواری کی عمر میں سرزمین مکہ میں بے یار و مددگار اپنی ماں ہاجرہ کے ساتھ تنہا چھوڑ آنے کی ہے۔ یہ ایک طویل روایت ہے جس کا ابتدائی حصہ ہماری زیر نظر گفتگو سے متعلق ہے۔ اس کی عبارت ہے :۔

عن سعيد بن جبير قال	حضرت سعید بن جبیر (تابعی م ۹۵ھ[2])
ابن عباس اول ما اتخذ النساء	سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن
المنطق من قبل ام اسماعيل	عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے عورتوں
اتخذت منطقا لتعفي اثرها	نے جو کمربند باندھنا سیکھا تو وہ حضرت اسماعیلؑ
على سارة ثم جاء بها ابراهيم	کی ماں سے سیکھا جنھوں نے کمربند اس
وبابنها اسماعيل وهي ترضعه	مقصد سے باندھا کہ (اس کے سہارے
حتى وضعهما عند البيت عند	لمبے غرارے یا سائے کے ذریعہ) اپنے
دوحة فوق زمزم في اعلى	نقوش پا کو مٹا سکیں جس کی وجہ سے
المسجد وليس بمكة يومئذ	حضرت سارہ ان کا پیچھا کرتے میں کامیاب
احد وليس بها ماء فوضعهما	نہ ہو سکیں پھر ایسا ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ
هنالك ووضع عندهما	انھیں اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کو لے
جرابا فيه تمر وسقاء فيه	کر آئے یہاں تک کہ انھیں خانۂ کعبہ کے

---

[1] بخاری جلد ۱ کتاب البیوع، باب شری المملوک من الحربی وہبتہ الخ۔ نیز کتاب مذکور، باب قبول الہدیۃ جس میں بہ ترتیب : ۱۔ اخدموہا الی ابراہیم واعطوہا آجر اور ۲۔ فقال اعطوہا آجر کے الفاظ ہیں۔ ان میں اول الذکر روایت مفصل اور دوسری اسی قدر مختصر ہے۔

[2] حجاج بن یوسف نے آپ کو شعبان ۹۵ھ میں قتل کرا دیا تھا جبکہ آپ کی عمر کل ۴۹ سال تھی۔ اسماء الرجال للخطیب التبریزی صاحب المشکوٰۃ ملحقاً بآخر المشکوٰۃ، کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ بدون سن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماء ثم قفى ابراهيم منطلقا
فتبعته ام اسماعيل فقالت
يا ابراهيم اين تذهب
وتتركنا في هذا الوادي
الذي ليس فيه انيس
ولا شيء فقالت له
ذالك مرارا وجعل
لا يلتفت اليها فقالت
له آلله امرك
بهذا قال نعم
قالت اذن لا يضيعنا
ثم رجعت فانطلق
ابراهيم حتى اذا كان
عند الثنية حيث
لا يرونه استقبل بوجهه
الى البيت ثم دعا
بهؤلاء الدعوات
ورفع يديه فقال
"رب اني اسكنت
من ذريتي بواد
غير ذي زرع عند
بيتك المحرم حتى
بلغ يشكرون" الخ[1]

پاس چاہ زمزم کے بالائی حصے میں ایک
بڑے درخت کے نیچے لاکر ڈال دیا۔ ان
دنوں مکہ میں کوئی آدم آدم زاد نہ تھا اور
نہ وہاں پانی کا کوئی سراغ تھا۔ تو انھوں
نے ان دونوں کو وہاں لاکر ڈال دیا اور
ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں
تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا اس
کے بعد ابراہیمؑ الٹے پاؤں واپس جانے
لگے تو اسماعیلؑ کی ماں ان کے پیچھے
ہولیں چنانچہ انھوں نے پوچھا اے ابراہیمؑ
آپ کہاں جارہے ہیں اور ہم لوگوں کو
اس وادی میں چھوڑے جارہے ہیں
جہاں نہ کوئی ہمدم وہمساز ہے۔ نہ دور
دور تک کہیں کسی چیز کا پتہ ہے۔ تو انھوں
نے ان سے یہ بات کئی بار کہی۔ لیکن
ان کا حال تھا کہ وہ مڑکر دیکھنے کو تیار نہ
تھے۔ اس پر انھوں نے ان سے کہا کہ ایسا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کا حکم
دیا ہے۔ انھوں نے کہا۔ اس پر انھوں نے
کہا کہ پھر تو کوئی بات نہیں۔ وہ ہمیں ضائع نہیں
ہونے دیں گے۔ اس کے بعد وہ واپس آگئیں
اور اب ابراہیم آگے بڑھتے رہے یہاں تک
کہ جب وہ ایک پہاڑی کے پاس پہنچے جہاں سے
انھیں کوئی نظر نہ آتا تھا تو وہ اپنا رخ خانہ خدا

---

[1] بخاری جلد ۱۔ کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف کرکے کھڑے ہوگئے اور دعا کے
یہ الفاظ کہے ساتھ ہی اس کے لیے اپنے
ہاتھ اٹھا لیے۔ انھوں نے کہا: اے میرے
رب میں نے اپنی اولاد کو تیرے قابل احترام
گھر کے پاس ایک بے آب وگیاہ وادی
میں لا بسایا ہے یہاں تک کہ وہ آیتِ کریمہ
کے الفاظ 'یشکرون'[1] تاکہ وہ تیرا شکر
ادا کریں' تک پہنچ گئے۔

اسی باب میں اس سے قبل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مختصر روایت کے ان سے اس کے راوی سعید بن جبیرؒ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

قال اقبل ابراهيم	حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا
باسماعيل وامه وهي	کہ حضرت ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور ان کی ماں
ترضعه معها شنة[2]	کو لے کر جس وقت (مکہ) آئے تو وہ انھیں
	دودھ پلا رہی تھیں اور ان کے ساتھ ایک
	مشکیزہ تھا۔

صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں حضرت ہاجرہ سے حضرت سارہ کی رقابت اور اس کے نتیجے میں سیدنا ابراہیم کی اول الذکر کی اپنے بیٹے کے ساتھ مہاجرت کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کو بھی ہم اس کے اصل الفاظ میں ہی نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

وكان السبب فى	اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سارہ نے
ذلك ان سارة كانت	حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کے لیے
وهبت هاجر لابراهيم	دے دیا تھا۔ تو ان سے ان کے ہاں
فحملت منه باسماعيل	اسماعیل حمل میں ٹھہرے تو جب ان کے
	ہاں ان کی پیدائش ہوئی تو سارہ کو ان سے

---

[1] یہ پوری آیت کریمہ اپنے سلسلۂ آیات کے ساتھ آگے آرہی ہے۔ [2] بخاری، حوالہ سابق۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلما ولدته غارت	رشک ہوا۔ چنانچہ انھوں نے قسم کھائی
منها فحلفت لتقطعن	کہ وہ ان کے جسم کے اعضاء کاٹے بغیر نہ
منها ثلاثة اعضاء فاتخذت	رہیں گی۔ اس کے بچنے کے لیے ہاجرہؓ نے
هاجر منطقا فشدت	ایک کمربند تیار کیا اور اس سے اپنی کمر
به وسطها وهربت	باندھی۔ اس کے بعد وہ بھاگ نکلیں
وجرت ذيلها لتخفى	اور (کمربند سے بندھے) اپنے (لمبے) دامن
آثرها على سارة[۱]	کو وہ اپنے پیچھے گھسیٹتی رہیں جس سے
	کہ ان کے نشانِ پا سارہؓ کو نظر نہ آسکیں۔

آگے اسی سلسلے میں ایک دوسری بات کہی گئی ہے:

ويقال ان ابراهيم	یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے
شفع فيها وقال لسارة	ہاجرہؓ کے حق میں منت سماجت کی اور
حللي يمينك بان تثقبي	سارہ سے درخواست کی کہ وہ اپنی قسم
اذنيها وتخفيضها وكانت	کو اس طرح پوری کریں کہ ان کے دونوں
اول من فعل ذلك[۲]	کان چھید دیں ساتھ ہی ان کا ختنہ کردیں۔
	چنانچہ پہلے پہل انھیں سے ان کاموں کا آغاز ہوا۔

تیسری روایت میں تنہا اسی واقعہ کو سیدنا ابراہیم کی اس مہاجرت کی وجہ قرار دی گئی ہے:

ويقال ان سارة	یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سارہؓ کا رشک و
اشتدت بها الغيرة	رقابت غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا جس
فخرج ابراهيم باسماعيل	کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کو مجبور ہو کر
وامه الى مكة لذلك[۳]	اسماعیل اور ان کی ماں کو لے کر مکہ
	کی طرف نکل جانا پڑا۔

اس سلسلے کی آخری روایت جو مجاہد اور دوسرے لوگوں سے ہے اس میں اس

۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲۵۱/۶، مطبعہ خیریہ، مصر ۱۳۲۵ھ طبعہ اولیٰ

۲۔ حوالہ سابق ۳۔ حوالۂ مذکور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعے کی تفصیل تو اس سے مختلف ہے لیکن سیدنا اسماعیل کے شیرخواری میں مکہ پہنچنے کا تذکرہ اس میں بھی اسی طرح موجود ہے[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر ہم صحیح بخاری اور اس کی شرح کے ساتھ اس سلسلے میں توراۃ کے بیان پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔ کتاب مقدس، پرانے عہدنامے کی کتاب پیدائش کے اکیسویں باب میں ہے:

تب ابراہیم نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے ان کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی ٥ اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا ٥ اور آپ اس کے مقابل دور ایک پتھر پر جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی ٥ اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے ٥ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا[2]

اس سے پہلے اسی کتاب میں اس واقعے کی مزید تفصیل میں ہے:

'اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے ٥ تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا ٥ پر ابراہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی ٥ اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے، جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا ٥ اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا اس لیے کہ وہ تیری نسل ہے[3]

اس کے ساتھ ہی کتاب پیدائش کے باب سولہ کے مضمون پر بھی ایک نظر ڈالنی

---

[1] حوالہ السابق   [2] کتاب مقدس پرانا عہدنامہ پیدائش باب: ۲۱، ۱۴-۱۸

[3] حوالہ السابق آیات ۹ تا ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مناسب ہے جس سے صحیح بخاری میں مذکور حضرت ہاجرہ کی حضرت سارہ کی خدمت گزاری کی تفصیل سامنے آتی ہے۔

"اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۰ اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے۔ سو تو میری لونڈی کے پاس جا شاید اس سے میرا گھر آباد ہو اور ابرام نے ساری کی بات مانی ۰ اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے ۰ اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہو گئی تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی۔ تب ساری نے ابرام سے کہا کہ جو ظلم مجھ پر ہوا وہ تیری گردن پر ہے۔ میں نے اپنی لونڈی تیری آغوش میں دی اور اب جو اس نے آپ کو حاملہ دیکھا تو میں اس کی نظروں میں حقیر ہو گئی۔ سو خداوند میرے اور تیرے درمیان انصاف کرے ۰ ابرام نے ساری سے کہا کہ تیری لونڈی تیرے ہاتھ میں ہے جو تجھے بھلا دکھائی دے تو اس کے ساتھ کر۔ تب ساری اس پر سختی کرنے لگی اور وہ اس کے پاس سے بھاگ گئی ۰ اور وہ خداوند کے فرشتے کو بیابان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس ملی۔ یہ وہی چشمہ ہے جو شور کی راہ پر ہے ۰ اور اس نے کہا اے ساری کی لونڈی ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنی بی بی ساری کے پاس سے بھاگ آئی ہوں ۰ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے کو اس کے قبضہ میں کر دے اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے ان کا شمار نہ ہو سکے گا ۰ اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا ۰ وہ گورخر کی طرح مرد آزاد ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا"[1]

---

[1] پیدائش باب ۱۶۔ آیات: ۱–۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد نامۂ قدیم کی ان تفصیلات سے خاص طور پر سیدنا اسماعیلؑ کی نسبت سے ہمارے خط کشیدہ جملوں کی روشنی میں کتاب مقدس کی سخت جانی کا تو ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ یہود کی بے رحمانہ تحریفات کے باوجود اس کے اندر حق و صداقت کی چنگاریاں کس طرح باقی رہ گئیں، اصل غرض یہ کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح کے حوالہ سے سیّدنا اسماعیلؑ اور ان کی ماں ہاجرہؓ کی نسبت سے بعض جزئیات اور اجمال و تفصیل کے فرق کے علاوہ ان کے اور کتاب مقدس کے مذکورہ بیانات میں کوئی جوہری اور بنیادی فرق نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور تو اور اس بیان میں ابرام کے ساتھ خدا کا فرشتہ بھی حضرت سارہ کا ہم زبان ہو جاتا ہے۔ ترجمان القرآن فراہیؒ اپنے معرکۃ الآرا رسالے 'الرائی الصحیح فیمن ہو الذبیح' میں تورات کے حوالہ سے ان دونوں واقعات کی تردید ایک ساتھ کرتے ہیں:

'یہود نے صرف اسی پر بس نہیں کیا کہ حضرت اسماعیل کو اس شرف عظیم[1] سے محروم کر دینا چاہا بلکہ تورات میں یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ان کی ماں کے ساتھ گھر سے باہر نکال دیا اور یہ کہ ان کی ماں حضرت ہاجرہ حضرت اسحاقؑ کی والدہ حضرت سارہ کی لونڈی تھیں۔ اس جھوٹ اور اس توہین کا وبال اگرچہ یہود کے سر پر آیا اور ان کو مصر کی غلامی اور ذلت و مسکنت کی ایک طویل آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن آباء و اجداد کا گھمنڈ اس طرح ان کی گھٹی میں پڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بار بار کی تنبیہ کے باوجود یہ ان کے اندر سے نہ نکل سکا[2] اسی رسالے میں آگے دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

'تیسرا عظیم الشان وہ فتنہ ہے جو انھوں نے حضرت اسماعیلؑ اور ان کے اخراج سے متعلق گڑھا کہ چونکہ حضرت سارہؓ حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ سے نفرت کرتی تھیں، ان کی خواہش یہ تھی کہ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ

---

[1] شرف عظیم یعنی حضرت اسحاقؑ کے بجائے سیدنا اسماعیل کا ذبیح ہونا۔

[2] اردو ترجمہ 'الرائی الصحیح از مولانا امین احسن اصلاحی، ذبیح کون ہے / ۱۱۸۔ دائرۂ حمیدیہ مدرستہ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ۔ کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی۔ طبع اول۔ اس موقع پر یہود کی غلامی کی بابت علامہ نے اپنی تفسیر سورۂ فیل کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا اصلاحی کے ترجمہ تفسیر سورہ فیل میں اس کی تفصیل صہ ۴۳-۴۴ پر ہے۔ اسی موقع پر سیدنا اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؓ کے متعلق یہود کی مذکورہ تحریفات کا حوالہ بھی ہے۔ تفسیر سورۂ فیل تالیف استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ =

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی وراثت میں شریک نہ ہوں، اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو فاران کے بیابان کی طرف نکال دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ جس صورت میں ان کے صحیفوں میں بیان ہوا ہے، اس میں اس قدر کھلا ہوا تضاد موجود ہے کہ ہر صاحب نظر اس کو بالکل لغو قصہ خیال کرنے پر مجبور ہے اور اس زمانہ میں تو خود ان کے اپنے اندر کے بہت سے ناقدین نے اس کی لغویت کا اعتراف کر لیا ہے [۱]

اس سلسلے میں جہاں تک صحیح بخاری کی حضرت ہاجرہؓ کی حضرت سارہ کی خدمت گزاری والی روایت ہے، اس میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ تورات کی طرح بخاری کی اس روایت میں بھی سیدنا ابراہیمؑ کے مقابلے میں بھی حضرت سارہؓ کی شخصیت ابھری ہوئی ہے۔ فرعون مصر یا ملک جبار حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ حضرت سارہ کی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے اور ان سے اس کی عقیدت مندی اس انتہا کو پہنچتی ہے کہ کہاں تو وہ ان کی عزت سے کھیلنا چاہتا تھا اور کہاں دوسری روایت کے مطابق ان کی خدمت گزاری کے لیے اپنی بیٹی کو ان کے حوالہ کر دیتا ہے [۲] جبکہ ایک اور روایت کے مطابق حضرت سارہؓ کی کرامت کو دیکھ کر شاہ مصر یہ تک کہہ دیتا ہے کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں لونڈی بن کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ بن کر رہنے سے بہتر ہے [۳]۔ علامہ العصر سید سلیمان ندویؒ اسی روایت کے حوالہ سے صحیح بخاری کی حدیث مذکور کو نبھانے کی خاطر اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ بڑی بیوی ہونے کی حیثیت سے حضرت ہاجرہؓ حضرت سارہؓ کی خدمت گزار تھیں [۴] اس کے ساتھ ہی وہ بخاری کی حدیث بالا کا حوالہ دیتے ہیں' اور یہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے [۵]۔ سوال یہ ہے کہ چھوٹی بیوی بڑی بیوی کی خدمت گزار ہو قرآن اور شریعت الٰہی سے اس

= ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی ص ۳۲، ۳۳۔ دائرۂ حمیدیہ مدرستہ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ۔ مطبوعہ کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی، طبع دوم۔

[۱] ذبیح کون ہے / ۱۳۷۔ محولہ بالا۔

[۲] مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی م ۱۳۸۲ھ: قصص القرآن: ۲۱۳/۱۔ ندوۃ المصنفین، دہلی۔ طبع جدید عکسی، بار ہفتم ۱۹۸۷ء

[۳] مولانا سید سلیمان ندوی م ۱۳۷۳ھ: ارض القرآن: ۴۱/۲۔ دار المصنفین، اعظم گڑھ، طبع چہارم ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء

[۴] حوالہ سابق		[۵] حوالہ مذکور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حق میں کیا دلیل اور بنیاد ہو سکتی ہے؟ اس کا عقل عام کے خلاف ہونا اس پر مستزاد ہے۔ آدمی کا جھکاؤ فطری طور پر بالخصوص عمر رسیدہ بیوی کے مقابلے میں نئی نویلی اور نوخیز بیوی کی طرف ہوتا ہے اور جبکہ نئی بیوی صاحب عزت و وجاہت اور بادشاہ زادی ہو تو اس صورت میں اس کے جھکاؤ کا مزید بڑھ جانا عین قرین قیاس ہے۔ خود سوکنوں کی آپسی غیرت ورقابت اپنے آپ میں ایک مسلمہ ہے جس سے اور تو اور ازواج مطہراتؓ اور امہات المومنینؓ کا استثناء نہ تھا[1]۔ ایسی صورت میں ایک جلیل القدر پیغمبر کا اس ظلم کی سرپرستی کرنا کہ اس کی چھوٹی بیوی بڑی بیوی کی خدمت گزار ہو، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ قرآن نے تو ایک خاص دعوتی مصلحت کے پیش نظر سیدنا اسماعیل اور ان کی والدہؑ کے فضائل و مناقب اور ان کے شرف اور علو نسبی کے بیان سے گریز کیا[2] اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر یہود ان کے پیچھے پڑے اور اس وقت تک انھیں چین نہ آیا جب کہ، جیسا کہ تورات کا حوالہ گزرا، انھوں نے حضرت ہاجرہؑ کو باقاعدہ حضرت سارہ کی باندی نہ بنا دیا اور بات اس قدر آگے بڑھی کہ ہمارے بزرگوں کو دفاعی پوزیشن میں آکر حضرت ہاجرہ کی آزادی کے دلائل کو زور و قوت

---

[1] حدیث و سیرت کی کتابوں میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ نمونہ کے لیے پیالے کے ٹوٹنے والی روایت اور سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات کے شان نزول کی روایات کو پیش نگاہ رکھا جا سکتا ہے۔

[2] وہ دعوتی مصلحت یہ کہ یہود جو بنی اسرائیل ہونے کی حیثیت سے اپنے آباء و اجداد کے گھمنڈ کے مرض میں بری طرح گرفتار تھے اور اپنے اس جذبے کی تسکین کی خاطر انھوں نے حضرت ہاجرہؑ اور بنی اسماعیلؑ کی توہین میں بے سروپا روایات کا اپنے ہاں انبار لگا رکھا تھا، اس فضا میں اگر قرآن حضرت ہاجرہ اور بنی اسماعیل کی علو نسبی کی بحث چھیڑ دیتا تو یہود اپنی من گھڑت روایات کے بھرے ترکش کے ساتھ میدان میں آجاتے اور بحث کا ایسا نہ منقطع ہونے والا سلسلہ چل پڑتا جس سے اسلام اور قرآن کی اصل دعوت کا معاملہ پردۂ خفا میں چلا جاتا، یہی مصلحت تھی جس کے پیش نظر قرآن نے حضرت سارہ کا ذکر تو بار بار کیا، لیکن ہاجرہ کے ذکر خیر سے یکسر گریز کیا، ذبیح کون ہے/ ۱۲۲، ۱۲۳۔ اردو ترجمہ الرأی الصحیح فیمن ہو الذبیح، از مولانا امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، طبع اول (بدون سنہ)، ترجمان القرآن فراہیؒ کا یہ عظیم تفسیری نکتہ ہے جس سے فہم قرآن کی بہت سی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ یہی دعوتی مصلحت تھی جس کی رعایت سے سیدنا اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے کی صراحت سے بھی کتاب اللہ نے احتراز کیا؟ ذبیح کون ہے/ ۱۱۳، ۱۱۴، محولہ بالا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ پیش کرنے کے لیے مجبور ہونا پڑا[1]۔ سوال ہے کہ اگر حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کی خادمہ اور دوسرے لفظوں میں ان کی باندی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صحیح حدیث کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے کہ:۔

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر[2]	میں روز قیامت تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ حقیقت ہے اس میں فخر و مباہات کی کوئی بات نہیں۔

دوسری روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سرداری اور عالی نسبی کی مزید صراحت ہے صحیح مسلم میں ہے:

ان اللہ اصطفی من ولد ابراہیم اسماعیل، واصطفی من بنی اسماعیل بنی کنانۃ، واصطفی من بنی کنانۃ قریشا، واصطفی من قریش بنی ہاشم، واصطفانی من بنی ہاشم[3]	اللہ تعالی نے اولاد ابراہیمؑ سے حضرت اسماعیلؑ کو چنا اور بنی اسماعیلؑ سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھ کو بنی ہاشم سے چنیدہ قرار دیا۔

اس مضمون کی روایات بکثرت ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے ہم ایک دو روایات کا مزید ذکر کرتے ہیں۔ حاکم اور بیہقی کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک طویل روایت کا آخری ٹکڑا ہے۔

ان اللہ خلق السموٰت سبعا فاختار العلیاء منہا	اللہ تعالی نے آسمانوں کو سات طبق میں پیدا کیا۔ تو ان میں سے اس نے

---

[1] اشارہ ہے مولانا عنایت رسول چریا کوٹی کے رسالے 'النصوص الباہرۃ فی حریۃ ہاجرہ' کی طرف جس کا حوالہ مولانا سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے قصص القرآن میں دیا ہے۔ ارض: ۴۰/۲ قصص: ۲۱۳/۱۔ البتہ قصص القرآن میں اس کا نام 'النصوص' کے بجائے 'البراہین الباہرۃ' الخ اسی طرح مصنف کا نام بجائے عنایت رسول کے 'غلام رسول' لکھا ہے: قصص القرآن، حوالہ سابق۔ افسوس کہ علی گڑھ میں ہم کو یہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا جس سے رسالے اور مصنف کے نام کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

[2] السیرۃ النبویہ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ: ۱۹۲/۲۔ دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد، [3] حوالہ سابق: ۱۹۱/۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاسکنہا من شاء من	سب سے اوپری کا انتخاب کیا تو اس
خلقہ، ثم خلق الخلق	میں اس نے اپنی مخلوقات میں ان لوگوں
فاختار من الخلق بنی آدم	کو جگہ دی جنھیں کہ اس نے چاہا، پھر اس
واختار من بنی آدم العرب،	نے اپنی مخلوقات پیدا کیں تو ان مخلوقات
واختار من العرب مضر،	میں سے اس نے بنی آدم کا انتخاب کیا،
واختار من مضر قریشا،	اور بنی آدم میں سے اہل عرب کا انتخاب
واختار من قریش بنی ہاشم،	کیا اور اہلِ عرب سے مضر کا انتخاب
واختارنی من بنی ہاشم،	کیا اور مضر سے قریش کا انتخاب کیا اور
فانا خیار من خیار الخ[1]	قریش سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور
	بنی ہاشم میں سے اس نے میرا انتخاب
	کیا۔ تو میں تمام چیزوں میں چنیدہ تر ہوں۔

حاکم اور بیہقی کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ:۔

'قال لی جبریل: قلبت	'مجھ سے جبرئیل نے صاف کہا: میں
الارض من مشارقہا ومغاربہا	نے روئے زمین کو مشرق سے مغرب
فلم اجد رجلا افضل	تک پلٹ کر دیکھ لیا تو مجھ کو محمدؐ سے
من محمد، وقلبت الارض	بڑھ کر کوئی دوسرا شخص نہ ملا۔ اور میں
مشارقہا ومغاربہا	نے روئے زمین کو مشرق سے مغرب
فلم اجد بنی اب افضل	تک پلٹ کر دیکھ لیا تو میں نے کسی خانوادے
من بنی ہاشم[2]	کو بنی ہاشم سے بڑھ کر نہیں پایا۔

ترجمان القرآن فراہی صحیح بخاری کی مذکورہ روایت کے حوالہ کے بغیر سیدنا ابراہیم کی خدمت میں پیش کیے جانے کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ انھیں حضرت ہاجرہؑ کی جناب سارہؑ کی خدمت گزاری منظور نہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ

---

[1] حوالۂ مذکور: ۲/ ۱۹۳، ۱۹۴

[2] حوالہ سابق: ۲/ ۱۹۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بابل سے روانگی کے بعد جب حضرت ابراہیم نے کنعان میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہاں انھیں بھیڑ بکریوں اور نوکروں چاکروں کی بڑی افزائش ہوئی اور وہ ایک دولت مند رئیس بن گئے۔ یہیں ایک میدان میں اس نواح کے ایک عرب سردار ابوملک نے آپ کو اپنا حلیف بنایا اور حضرت ہاجرہؑ کو آپ کی خدمت میں حوالہ کیا۔[1] صحیح بخاری کا استناد اپنی جگہ مسلم اور روایات کی جانچ پرکھ اور ان کے راویوں کے عدل و ثقاہت کا اس کے یہاں اپنے آپ میں تسلیم لیکن اوپر کی تفصیلات کی روشنی میں دل چاہتا ہے کہ شاذونادر مقامات میں کسی راوی کے سہو و نسیان اور اس کی نادانستہ غلط فہمی و غلط نظری کے امکان کو اس کے اندر تسلیم کیا جائے۔ بہر حال ایسی ہی کسی غلط فہمی اور سہو کے پیش نظر حضرت فراہی کی پیروی میں ہمیں بھی حضرت ہاجرہ کی جناب سارہ کی خدمت گزاری اور چاکری منظور نہیں۔

۲۔ سیدنا اسماعیلؑ کی شیرخواری والی صحیح بخاری کی دوسری روایت کا معاملہ بوجوہ اس سے بھی زیادہ اپنے ساتھ پیچیدگیاں اور دشواریاں لیے ہوئے ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن میں حضرت سارہ کے مومنہ ہونے کی صراحت نہیں لیکن مختلف مقامات پر ان کا تذکرہ اس نے جس انداز سے کیا ہے، خاص طور پر فرشتوں سے ان کی جو ہم کلامی کا تذکرہ سورۂ ہود اور سورۂ ذاریات[2] میں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ صرف مومنہ ہی نہیں بلکہ انتہائی نیک و صالح اور اپنے شوہر کی وفاشعار اور فرماں بردار خاتون تھیں۔ یہ تسلیم کہ سوکنوں میں باہمی غیرت اور چشمک فطری ہے اسی نسبت سے حضرت ہاجرہؑ کے ان سے پہلے صاحب اولاد ہو جانے کی صورت میں اس غیرت و رقابت کا کچھ مزید بڑھ جانا بھی مستبعد نہیں، لیکن اس غیرت و رقابت کا علانیہ دشمنی اور عداوت میں تبدیل ہو جانا اس طور پر کہ انھیں اپنی سوکن کی صورت کا دیکھنا بھی گوارہ نہ ہو اور اسے ملک بدر کیے بغیر انھیں کسی صورت چین نہ آئے، شقاوت قلبی اس درجہ بڑھے کہ سوکن

---

[1] ترجمان القرآن فراہی کا انقلابی رسالہ "آنحضرتؐ کا سلسلۂ نسب اور اہل کتاب" ۱۲/۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار اول ۱۹۹۱ء، باہتمام مولانا محمد فاروق خاں مترجم ہندی قرآن۔ علامہ کا یہ رسالہ اپنی ذات میں خود ریسرچ و تحقیق کا ایک مستقل موضوع ہے۔ [2] ہود: ۷۱، ذاریات: ۲۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ اس کے معصوم شیر خوار بچے پر بھی کچھ رحم نہ آئے، یہاں تک کہ جاتے وقت انھیں سیدھے سے جانے بھی نہ دیں اور انھیں مارتے پیٹتے بھاگنے کے لیے مجبور کریں بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اپنی سوکن کی عضو بریدگی کی قسم کھالیں، اپنی ہی ایک بیوی اور وہ بھی صاحب حیثیت نئی بیوی کو ان مظالم کا نشانہ بنتے دیکھنے کے باوجود، محض اس کے تماشائی بنے رہنے سے سیدنا ابراہیمؑ کی جو کردارکشی ہوتی ہے وہ اپنی جگہ حضرت سارہ کی اس سے جو عزت افزائی ہو رہی ہے یقیناً اس سے صرف یہود کو ہی خوشی ہو سکتی ہے۔ جنھوں نے بعض دیگر مشرک اقوام کی طرح اپنے انبیاء اور بزرگوں کی کردارکشی اور ان کی بے عزتی و رسوائی کو اپنا ایک مستقل وظیفہ قرار دیا ہے، تورات کے مذکورہ بیانات میں اس صحیفے کی جو روایتی بے شرمی اور بے حجابی ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ بہرحال روایت کے اس پہلو سے قطع نظر سیدنا ابراہیمؑ کا اپنے چہیتے اور اکلوتے صاحبزادے اسماعیلؑ کو مکہ کی سرزمین میں اپنی ماں کے ساتھ یکہ و تنہا چھوڑ کر چلے آنا، سیدنا ابراہیم کی 'حلیم واواہ' کی صفات سے مغایر اور عقل عام کے خلاف ہونے کے ساتھ سورہ صافات کی آیت کریمہ کے الفاظ:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ	توجب اسماعیلؑ اپنے باپ کے ساتھ
(آیت: ۱۰۲)	رہتے ہوئے دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے۔

سے اس کا صریح ٹکراؤ ہے۔ سیدنا اسماعیلؑ کی اپنے والد گرامی کی معیت میں پرورش کنعان یا بئرسبع میں ہوئی ہو[1] یا ان کے کسی قدر سیانے ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ انھیں مکہ میں لائے ہوں اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کر لی ہو، ان میں جو بھی صورت ہو، آیت کریمہ کے الفاظ 'فلما بلغ معه السعی' سے ہم کو اصرار ہے[2] کہ دوڑنے کی اس عمر تک حضرت اسماعیل اپنے والد گرامیؑ کی معیت میں رہے اور شیر خوارگی کی عمر تک ان

---

[1] بئرسبع اور کنعان کی تعیین و تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو 'آنحضرتؐ کا سلسلۂ نسب اور اہل کتاب'، محولہ بالا۔ مسکن ابراہیمیؑ و اسماعیلیؑ کی مزید تفصیل کے لیے ذبیح کون ہے ۳۴/۳۸ - نیز: ۱۲۲-۱۲۴۔ محولہ بالا۔

[2] اپنی شاہکار ارض القرآن میں علامۃ العصر سید سلیمان ندوی بھی 'فلما بلغ مع السعی'، سے اسی استدلال کے قائل ہیں۔ ارض: ۲/۴۳ - افسوس کہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ قصص القرآن میں اس نکتے کی صحیح قدرشناسی نہ کرسکے اور قرآن کے بالمقابل روایت کی اپنی ترجیح کے روایتی موقف کی تائید میں لگے رہے۔ قصص: ۱/۲۳۰-۲۴۲، ۲۱۰ محولہ بالا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی پرورش و پرداخت ان کے والد ماجد کی آغوش اور ان کی معیت اور ان کی نگرانی میں ہوئی۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے روایتی انداز میں صحیح بخاری کی پہلی روایت کی طرح اس دوسری روایت کو بھی بڑی حد تک نبھانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہاں اس کے بڑھے ہوئے درایتی سقم کے پیش نظر یہ کہنے کے لیے مجبور ہو گئے ہیں کہ یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اسرائیلیات سے ہے[1]

کہاں سیرت اسماعیلؑ کی یہ روایتی بے جانی اور کہاں قرآن کا یہ بیان کہ سرزمین مکہ وہ دوسری بیوی کے بھگانے سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی ہدایت کے مطابق ایک خاص مقصد اور ایک خاص مشن بیت اللہ کی آبادکاری کے لیے انھیں اس سرزمین میں جا بسنے کا حکم ہوا:

۱۔ ربنا انی اسکنت	بارالٰہا! میں نے اپنی اولاد کو ایک
من ذریتی بواد غیر ذی	بے آب وگیاہ وادی میں تیرے قابل
زرع عند بیتک المحرم	احترام گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ بارالٰہا!
لا ربنا لیقیموا الصلوٰۃ	تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ تو تو ایسا کردے
فاجعل افئدۃ من	کہ لوگوں کے دل ان کی طرف جھک جائیں
الناس تہوی الیہم	اور تو ان کے لیے پھلوں سے روزی
وارزقہم من الثمرات	کا سامان کر جس سے کہ وہ تیرے شکر گزار
لعلہم یشکرون ○ ربنا	ہوں۔ بارالٰہا! تو اچھی طرح جانتا ہے
انک تعلم ما نخفی	جو کچھ ہمارے دلوں میں ہے اور جو کچھ
وما نعلن وما یخفی علی	ہماری زبان پر ہے۔ اور اللہ سے زمین
اللہ من شیء فی الارض	اور آسمان میں کون چیز چھپی رہ سکتی ہے

[1] ارض القرآن: ۲/۲۲۲۔ اس موقع پر علامہ کا اس روایت کا غیر مرفوع کہنا اگر ان کی اپنی رائے ہو تو الگ ہے ورنہ بخاری میں اس سے پہلے کی حدیث کے ذیل میں ایک عدم رفع کا جو تذکرہ ہے اس کی توجیہ اس سے مختلف ہے۔ یہ اس ضمن کے ایک واقعہ کے جزئیے کا اختلاف ہے۔ سیدنا اسماعیلؑ کی شیرخوارگی کا واقعہ اس سے متاثر نہ ہو کر اپنی جگہ جوں کا توں برقرار رہتا ہے (تفصیل کے لیے: فتح الباری: ۶/۲۵۰، ۲۵۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولا في السماء ۝ الحمد لله
الذي وهب لي على الكبر
اسماعيل واسحاق ط ان ربي
لسميع الدعاء ۝ رب
اجعلني مقيم الصلوة
ومن ذريتي قلے ربنا وتقبل
دعاء ۝ ربنا اغفر لي ولوالدي
وللمؤمنين يوم يقوم
الحساب ۝
(ابراہیم: ۳۷-۴۱)

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے
جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیلؑ
واسحاقؑ جیسی اولاد عطا کی سچ ہے کہ
میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔ اے
میرے آقا! مجھ کو نماز قائم کرنے والا بنا
ساتھ ہی میری اولاد کو بھی ایسا ہی بنادے
بارالٰہا! اور میری اس دعا کو شرف قبول
عطا فرما۔ بارالٰہا! مجھے بخش دے ساتھ
ہی میرے ماں باپ اور تمام اہلِ ایمان
کو اس دن جس دن کہ محشر بپا ہوگا۔

۲۔ واذ يرفع ابراهيم
القواعد من البيت
واسمعيل ط ربنا تقبل
منا انك انت السميع
العليم ربنا واجعلنا
مسلمين لك ومن
ذريتنا امة مسلمة
لك ص وارنا مناسكنا
وتب علينا ج انك انت
التواب الرحيم ۝ ربنا
وابعث فيهم رسولا
منهم يتلوا عليهم

وہ بھی کیا وقت تھا جبکہ ابراہیمؑ
کعبہ کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے اور
اسماعیلؑ اس کام میں ان کے مددگار
تھے اور ان کی زبانوں پر یہ دعا جاری
تھی کہ بارالٰہا! تو ہماری اس محنت
کو قبول فرمالے۔ بیشک تو ہی سب
سے بڑھ کر سننے اور جاننے والا ہے۔
بارالٰہا! اور ہمیں تو اپنا تابع فرمان
بنادے اور ہماری عبادت کی جگہیں
دکھادے اور ہم پر اپنی عنایت کی نظر
کر۔ بیشک تو ہی سب سے بڑھ کر عنایت
کی نظر کرنے والا اور سب سے بڑا مہربان

لہ اس دعا کے موقع پر سیدنا ابراہیم کے بڑھاپے کے ساتھ اس کی بھی صراحت ہے کہ اس وقت تک سیدنا اسماعیلؑ کے ساتھ حضرت اسحاقؑ بھی پیدا ہوچکے تھے۔ جیسا کہ علامۃ العصر سید سلیمان ندوی نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے۔ (ارض القرآن: ۲/۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ءايتك ويعلمهم الكتب
والحكمة ويزكيهم انك
انت العزيز الحكيم ○

(البقرة: ١٢٧ – ١٢٩)

ہے۔ بارالٰہا! اور تو ان کے درمیان
سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کے روبرو
تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب
اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے تزکیہ
کا سامان کرے۔ بیشک تو بڑی طاقت والا
اور حکمت والا ہے۔

٣- واذ بوانا لابراهيم
مكان البيت ان لا تشرك
بي شيئا وطهر بيتي للطائفين
والقائمين والركع
السجود واذن في الناس
بالحج يأتوك رجالا وعلى
كل ضامر يأتين من كل فج
عميق ○ ليشهدوا منافع
لهم ويذكروا اسم الله
في ايام معلومت على
ما رزقهم من بهيمة
الانعام ج فكلوا منها
واطعموا البائس الفقير
ثم ليقضوا تفثهم
وليوفوا نذورهم
وليطوفوا بالبيت العتيق ○
ذلك ق ومن يعظم
حرمت الله فهو خير
له عند ربه واحلت

وہ بھی کیا وقت تھا جبکہ ہم نے ابراہیمؑ
کے لیے کعبہ کی جگہ کی نشاندہی کی۔ اس
تاکید کے ساتھ کہ تو میرے ساتھ کسی اور
کو ساجھی نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو پاک صاف
رکھنا طواف کرنے والوں، قیام کرنے
والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے
لیے اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان
کرو تو وہ تمہارے یہاں پیدل چل کر آئیں
گے۔ ساتھ ہی ایسی سواریوں پر جو طویل
مسافت سے دبلی ہو رہی اور کثرت استعمال
سے ان کے راستے کشادگی کے ساتھ
گھرے ہو رہے ہوں گے۔ یہ اس لیے
تاکہ لوگ اپنے لیے (ہمہ جہتی) فوائد کے
حصول کا سامان کریں اور اللہ تعالیٰ کے
نام کو (قربانی کے) متعین دنوں میں ان
جانوروں پر جو (اس مقصد سے) اللہ
نے انھیں عطا کیے ہیں، پڑھیں۔ تو تم اس
میں سے کھاؤ، ساتھ ہی (اس سے) محتاج فقیر
کو کھلاؤ۔ پھر وہ اپنے میل کچیل صاف کریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لكم الانعام الا ما يتلى
عليكم فاجتنبوا
الرجس من الاوثان
واجتنبوا قول الزور
حنفاء لله غير مشركين
به ومن يشرك بالله
فكانما خر من
السماء فتخطفه الطير
او تهوي به الريح
في مكان سحيق ٥
ذلك ق ومن يعظم
شعائر الله فانها من
تقوى القلوب ٥ لكم
فيها منافع الى اجل
مسمى ثم محلها
الى البيت العتيق ٥

(حج: ۲۶-۳۳)

اور اپنی نذروں کو پوری کریں اور اس قدیمی
گھر کا طواف کریں۔ یہ تو رہی ایک بات
اور جو کوئی اللہ کی ٹھہرائی حرمتوں کی تعظیم
کرے تو یہ چیز اس کے رب کے نزدیک
اس لیے بڑی بھلائی کا باعث ہے۔ اور
تمہارے لیے جانوروں کو حلال ٹھہرایا گیا
ہے سوائے ان کے جنھیں تمہیں پڑھ کر سنایا
جاتا ہے تو تم بتوں کی گندگی سے بچو ساتھ
جھوٹ بولنے سے بچو۔ اللہ کے لیے بالکل
یکسو ہوتے ہوئے اس کے ساتھ کسی اور کو
ساجھی نہ ٹھہراتے ہوئے اور جو کوئی اللہ کے
ساتھ کسی اور کو ساجھی ٹھہرائے تو اس کی
مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ آسمان سے
گرے تو اسے چڑیا اچک لے یا باد تند
اسے تباہی کے گڑھے میں گرا دے۔ یہ ایک
بات ہے اور جو کوئی اللہ کے ٹھہرائے
ہوئے شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں
کے تقویٰ کی علامت ہے۔ تمہارے
لیے ان میں نوع بہ نوع فائدوں کا
سامان ہے۔ بعد ازاں (قربانی کے) ان
(جانوروں) کا پہنچ جانا ہے قدیمی گھر کے پاس۔

سیدنا اسماعیلؑ کی مکہ میں شیر خوارگی میں آمد کی روایت زیر بحث میں از جائے قیام کی بے آب و گیاہی اور ویرانگی کا نقشہ بھی کچھ مبالغہ پر مبنی محسوس ہوتا ہے کتاب اللہ میں سیدنا ابراہیمؑ کی طرف سے اپنی ذریت اسماعیلؑ اور ان کی ماں کو بے آب و گیاہ سرزمین 'وادی غیر ذی زرع' میں لا بسانے کا جو تذکرہ ہے[1] اس میں ا

[1] ابراہیم: ۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرزمین کی بے آب وگیاہی حضرت ابراہیم کے سابقہ تینوں مسکنوں بابل اور کنعان و فلسطین کے بالمقابل معلوم ہوتی ہے، نہ یہ کہ یہ کوئی ویرانہ تھا جہاں دور دور تک کسی آدم اور آدم زاد کا پتہ نہ تھا۔ مکہ کو قرآن ہی نے دوسرے موقع پر تمام بستیوں کی ماں 'ام القری'[1] کہا ہے جس کی معروف ترین تفسیر ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش سے انسانی آبادی کا مرکز بلکہ اس کا منشا اور منبع رہا ہے[2]۔ یہ بات کہ سیدنا اسماعیل کی اس آبادکاری یا اس کے علاوہ تاریخ کے کسی دوسرے مرحلے میں یہ سرزمین اور وہ بھی خانہ کعبہ بیت اللہ الحرام کا قرب وجوار انسانی آبادی سے بالکل خالی ہو گیا ہو، اس کے لیے کتاب اللہ کے بیان 'وادی غیر ذی زرع' کے علاوہ دوسرے ثبوت کی ضرورت ہے۔ نیز یہ کہ یہ سرزمین ایسی ہی ویران اور انسانی آبادی سے بالکل خالی تھی تو قرآن کے ان بیانات کہ 'فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم' اور 'ربنا لیقیموا الصلوۃ' جن کا تذکرہ آیات بالا میں گزرا، ان کا کیا موقع محل ہے اور ان کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے؟

ترجمان القرآن فراہیؒ کے مسلک حدیث کی اپنی اس گفتگو کو ہم دور قریب میں اپنی جامعیت میں بے نظیر علامۃ العصر سید سلیمان ندوی کے اس تاثر پر ختم کرتے ہیں جس کا انھوں نے ترجمان القرآن کی وفات کے موقع پر اظہار کیا تھا کہ آہ! علم کا مزہ جاتا رہا[3]۔ تعمق اور گہرائی ترجمان القرآن فراہیؒ کا دوسرا نام ہے۔ جس کے لاجواب نمونے ادب عربی اور تاریخ قرآن کے ان کے اختصاص کے موضوعات میں جابجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔

ترجمان القرآن کے اعزاز کے لیے اس قدر کافی ہے کہ وہ اس دور آخر میں رجوع الی القرآن کی تحریک کے داعی اوّل کی حیثیت سے سامنے آئے جنھوں نے اس میدان میں عنفوان شباب سے کتاب اللہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور اپنی مثالی محنت اور ریاض سے علوم القرآن کی ایک نئی دنیا آباد کی اور نت نئے انکشافات کا ایک جوئے بار رواں کیا۔ گرفت دیکھنی ہو تو علم تفسیر میں آدمی مولانا فراہیؒ کی گرفتوں کو دیکھے

---

[1] انعام: ۹۲ [2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے ہمارے مضمون 'ابتدائے تاریخ کا تصور اور قرآن'، مطبوعہ ششماہی علوم القرآن علی گڑھ جولائی۔ستمبر ۱۹۹۰ء میں بحث 'دنیا کا پہلا مکان'۔

[3] مولانا عبدالماجد دریابادی م ۱۹۷۷ء: مکتوبات سلیمانی: ۱/ ۲۷۲۔ صدق جدید بک ایجنسی، لکھنؤ ۱۹۶۷ء۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریسرچ و تحقیق کی حقیقت سے آشنا ہونا چاہیے تو اپنے اختصاص کے دائرے میں آپ کی تحقیقات عالیہ کو پیش نگاہ رکھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بابت حضرت امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ دنیا بھر کے لوگ فقہ میں آپ پر عیال ہیں[1] آپ پر ہزار تنقید کی جائے فقاہت اور تفقہ میں آپ کی مرجعیت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں، فرق مراتب اور ہر شخص کو اس کا جائز حق دینے کے اصول کی رعایت سے کسی درجہ میں تفسیر کے میدان میں ایسا ہی کچھ ترجمان القرآن فراہیؒ کی نسبت کہنے کو جی چاہتا ہے۔ کتاب اللہ کی روشنی میں احادیث و آثار کی تحقیق اور کتاب الٰہی سے ان کے استناد و استنباط کے سلسلے میں بھی ترجمان القرآن نے اپنے پیچھے جو نا تمام ذخیرہ چھوڑا ہے، اس کے کچھ نکات اور کچھ دفعات سے اختلاف کے باوجود بہت سے پہلوؤں سے اس میدان میں بھی ان کے افکار و آراء کی گہرائی اور گیرائی قابل دید ہے۔ سلف میں علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ سے بڑھ کر احادیث و آثار کا دلدادہ ملنا مشکل ہے۔ ذخیرہ حدیث میں صحیح بخاری و مسلم کی اہمیت و عظمت کے سلسلے میں وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہم زبان ہیں جس کا حوالہ اس سے پہلے گزرا۔ اس کے باوجود بعض پہلوؤں سے وہ صحیحین کی احادیث کو نقد و نظر سے بالا نہیں سمجھتے[2] ماضی قریب کے ہمارے بعض چوٹی کے علماء کا معاملہ اس سے مختلف نہیں جو اس نقد و نظر میں درایت کے ساتھ روایت کے پہلو کو خارج از امکان قرار نہیں دیتے[3] درجے اور تفصیلات کے فرق سے دستیاب ذخیرۂ حدیث کے سلسلے میں اسی طرح کی رائے ترجمان القرآن فراہی کی بھی ہو تو بعض دائروں میں اختلاف کے باوجود جس کے نمونے پچھلے صفحات میں سامنے آئے، فہم حدیث کے سلسلے میں ان کے پیش کردہ دیگر نکات اور نتائج افکار سے مثبت طور پر بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا اور انھیں آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ خالص ریسرچ و تحقیق سے آگے اس کی دینی اہمیت و افادیت میں بھی کلام نہیں ہو سکتا۔

---

[1] مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ مع شرح الوقایۃ للعلامۃ اللکھنوی: ۱/۷، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۲۷ھ بحوالہ الکفوی فی طبقات الحنفیۃ، والکفوی ہو محمود بن سلیمان الکفوی نسبۃ الی کفہ بلدۃ من بلاد الروم المتوفی سنہ ۹۹۰ء۔

[2] فتاویٰ ابن تیمیہؒ: ۱۸/۱۷-۲۱ محولہ بالا۔

[3] صحیح بخاری کے سلسلے میں حضرت قاسم العلوم والخیرات بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی رائے بروایت مرحوم مولانا سعید اکبر آبادیؒ براہ راست۔ (نوٹ: حضرت فراہیؒ کے مسلک حدیث کے سلسلے میں ناچیز راقم السطور کے خیالات کی نمائندگی تحقیقات کے اسی بہتر شدہ مضمون سے ہوتی ہے۔ اس خصوص میں آئندہ اسی کا حوالہ دیا جائے گا۔ (س)

© rasailojaraid.com